ثناء اللہ مجاھد

سندھ میں اسلامی ثقافت کے مراکز

تعلیمی اداروں کی اہمیت

کسی ملک کے تعلیمی ادارے اس ملک کی تہذیب وثقافت کے لئے سرچشمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تعلیمی اداروں کی تعلیم وتربیت سے آراستہ ہوکر افراد نکلتے ہیں جو اپنے اپنے مزاج اور طبائع کے مطابق فکر وعمل کے مختلف میدانوں کا انتخاب کرتے ہیں، یہ تعلیم وتدریس، تصنیف و تالیف، جمع وتدوین، علوم وفنون اور معاشرتی اصلاح وترقی کے مختلف میدان ہوتے ہیں، اور اگرچہ ایک شخص کو عملی زندگی سے تقاضے اور حالات کا نشیب وفراز ان تعلیمی اداروں سے بہت دور لے جاتا ہے اور وہ شخص اپنے عمل وسعی، اپنے فکر وتجربہ، اپنے مطالعہ اور مشاہدے سے زندگی میں اپنے منتخب اور پسندیدہ گوشے کو مالامال کردیتا ہے اور بعض اوقات ایک شخص پورے ملک وقوم کی ذہنی وفکری حالت اور ملک کی قسمت بدل کر رکھ دیتا ہے اور اس کی شخصیت اس کے اپنے فکر اور خدمات سے پہچانی جانے لگتی ہے، لیکن فکر وعمل کے کسی دائرے اور زندگی کے کسی نشیب میں یا کسی فراز میں اس کا رشتہ، اس پہلے تعلیمی ادارے سے نہیں ٹوٹتا جس میں اس نے زندگی کا پہلا سبق حاصل کیا تھا۔

تعلیمی اداروں کا فیضان

جب ابتدائی تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل اصحاب زندگی کے مختلف گوشوں میں اپنے

فکر وعمل سے انقلاب پیدا کر دیتے ہیں تو ان سے اس ملک کی ایک نئی تاریخ جنم لیتی ہے ایک تہذیب اور ثقافت پیدا ہوتی ہے، علوم وفنون کی ترقی کی نئی راہیں کھلتی ہیں اور اس ملک کی یہ تاریخ، تہذیب، ثقافت، تعلیم، علوم وفنون چونکہ ایک خاص ماحول میں اس قوم کی مخصوص ذہنی، فکری اور سماجی روایت کے مطابق ترقی کی منازل طے کرتے اور فروغ پاتے ہیں اس لئے ان پر اس قوم کے ذہن فکر اور روایت کی ایسی چھاپ لگ جاتی ہے کہ وہ اس قوم کے لئے مخصوص ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ قوم کا امتیاز بن جاتے ہیں اس کے علم وفکر اور تہذیب و ثقافت کی یہ روایت اپنے محدود ملکی اور علاقائی دائرے سے نکلتی ہے اور اس قوم کے ذہنی وفکری خصائص کے مطابق دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلتی ہے

اسلامی ثقافت کا پہلا ادارہ

اسلام میں تعلیم وتدریس کا پہلا مرکز مسجد نبوی تھا۔ اسلام کے اس پہلے گہوارہ تہذیب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت سے ذہن وفکر کے اعلیٰ خصائص ومحاسن سے جو افراد تیار ہوئے، انہوں نے اور پھر ان کے متبعین نے اپنے عزائم وافکار سے نہ صرف اپنے گرد و پیش کے ممالک کو متاثر کیا بلکہ براعظم افریقہ کے بہت سے ممالک کے علاوہ یورپ اور ایشیا کے براعظموں میں بسنے والی قوموں میں بھی تعلیم وتہذیب، تدوین علوم وفنون، تصنیف وتالیف افکار ومعلومات اور ثقافت کے فروغ وترقی کی ایک مستقل تحریک پیدا کر دی۔ جو صدیوں سے موجود اور اگرچہ مسلمانوں کے اپنے افکار وعزائم میں وہ بلندی اور ذہن ودماغ کی برتری اور عظمت باقی نہیں رہی لیکن انہوں نے جو شمع روشن کی تھی وہ روشن ہے اور آج بھی دنیا کو منور کر رہی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اب اس تحریک نے مختلف ممالک اور مختلف قوموں میں ان کے اثرات کو اس درجہ قبول کر لیا ہے اور قوموں کے مزاج وافکار اور روایات کی اس پر اتنی گہری چھاپ لگ چکی ہے کہ اب اس کی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی اور محض مشاہدے سے اس کے اصل کی پہچان اور اس کے سرچشمے کی نشاندہی ممکن نہیں رہی لیکن حقیقت یہی ہے کہ موجودہ دور کے علم وتہذیب تحقیق وسائنس اور ہر قسم کی ترقیوں کی بنیاد مسلمانوں کے عزائم وافکار نے فراہم کی تھی۔

سندھ میں اسلامی ثقافتی تحریک کا آغاز (دورِ اوّل)

سندھ کی ثقافت اور تہذیب کی تعمیر اور اس کے فروغ میں بھی اس کے تعلیمی اداروں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس کے ارتقاء کو سمجھنے کے لئے سندھ کی تاریخ کے مختلف ادوار پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ سندھی ثقافت اور تہذیب کا پہلا دور وہ تھا جب سندھ کا مرکزی مقام ٹھٹھہ رشک قرطبہ و بغداد بنا ہوا تھا۔ اور سندھ کے بڑے شہروں سے لے کر اس کے دیہاتوں اور قریوں تک میں تعلیم و تدریس کی مسندیں آراستہ تھیں۔ یہ دور سندھ میں مسلمانوں کے اقتدار سے شروع ہوتا ہے۔

پہلی صدی ہجری

سندھ میں پہلی صدی ہجری کے اواخر میں محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ ہی تعلیمی مراکز کا قیام شروع ہو گیا تھا لیکن اس وقت کے مدارس کی یہ صورت نہ تھی جو آج ہمیں نظر آتی ہے علمی، دینی شخصیات کی جائے قیام یا اس سے قریب کی کوئی مسجد یا کسی بزرگ کی خانقاہ تعلیم و تدریس کا مرکز ہوتی تھی۔ ان شخصیات کا علمی وجود آج کل کی کلیات و جامعات کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا تھا۔ یہ شخصیات بعض اوقات مقامی طور پر اور بعض اوقات دور دراز کے علاقوں تک میں مرکزیت اور مرجعیت کا مقام حاصل کر لیتی تھی۔

سندھ میں ہمیں پہلی علمی شخصیت عبدالرحمٰن سندھی کی نظر آتی ہے جو حضرت انس رضؓ کے شاگرد تھے اور تابعین میں ان کا شمار کیا جاتا ہے لیکن ان کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ان سے ایک حدیث بھی مروی ہے اور بحکم "بلغوا عنی ولو آیۃ" یقین کیا جانا چاہئے کہ انہوں نے اس حدیث کی نقل و روایت اور ابلاغ و تبلیغ میں کوتاہی نہ کی ہوگی۔ اس لئے یہ قیاس ہرگز مع الفارق نہیں کہ ان سے بہت سے لوگوں نے حدیث کو سیکھا ہوگا، علوم دینیہ کی تحصیل کی ہوگی اور تعلیم کے فروغ اور دین کی اشاعت کا سبب بنے ہوں گے۔

لیکن تابعین کی مقدس جماعت سے تعلق رکھنے والی ایک شخصیت ایسی بھی تھی جس کا

شمار دوسری صدی کے اکابر فقہاء ہند میں کیا گیا ہے۔ ان کا نام یزید بن عبداللہ قریشی بیہ یا سندھی تھا ان کے بارے میں بالتصریح یہ ذکر ہے کہ محدثین کی ایک جماعت نے ان سے حدیث روایت کی ہے اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان کا وجود گرامی اپنے وقت میں علمی اور دینی مرجعیت رکھتا تھا۔ خواہ آج کل اصطلاح میں انہیں کسی مدرسہ کا مسند نشین نہ کہا جا سکے۔

اسی زمانے میں ہمیں سندھ کے ایک نومسلم عالم کے وجود کا پتہ چلتا ہے جو تاریخ میں "مولائے اسلام دیبلی" کے لقب سے مشہور ہیں۔ دیبل کے رہنے والے تھے۔ ان کے شوق علمی و دینی کا تذکرہ تواریخ اور تذکرہ میں ملتا ہے ان کا وجود گرامی بھی اپنے زمانے میں علمی مرکزیت کا حامل تھا۔ ان سے بہت سے لوگوں نے علم دین سیکھا اور ان کی بدولت سندھ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بہت مدد ملی۔ پہلی صدی ہجری میں سندھ کی علمی، دینی اور ثقافتی تحریک کے بارے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

> "سندھ میں اسلام کی برکات پہلی صدی ہجری ہی میں پہنچ چکی تھیں اور یہاں کے لوگوں نے اسلامی علوم کے خزانوں سے اپنے تلب و نظر کے دامن کو بھر لیا تھا اور نہ صرف برصغیر میں بلکہ قرب و جوار کے دیگر عجمی ممالک میں بھی اپنا ایک امتیاز پیدا کر لیا تھا اور علوم و معارف اسلامی کی درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔"

دوسری صدی ہجری

اس کے بعد دوسری صدی ہجری میں ہمیں متعدد دینی شخصیات نظر آتی ہیں۔ ان میں سے دو شخصیات ایسی ہیں جن کے علم و تفقہ کا ذکر ملتا ہے ان میں سے ایک عبداللہ بن محمد علوی ہیں جنہیں بہت بڑا فقیہہ اور محدث کہا گیا ہے اور دوسری شخصیت مکحول بن عبداللہ سندھی تھے جنہیں حدیث و فقہ میں امام السند والشام کا لقب دیا گیا تھا۔ ان کی بدولت سندھ میں علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت اور اسلام کی تبلیغ میں بڑی مدد ملی۔ ان کے علاوہ عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیبلی، فتح بن عبداللہ سندھی، نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی وغیرہ

اس صدی کے اکابر اہل علم وفضل اور شائقین علم ودین کا مرجع تھے۔

بعد کے ادوار پر ایک طائرانہ نظر

اسی طرح تاریخ سندھ پر جتنی نظر وسیع کرتے جائیں اور قدم آگے بڑھاتے جائیں، علمی مجامع اور درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کی ہنگامہ آرائی بڑھتی چلی جاتی ہے، مساجد میں مصیلوں کے مجمعوں کے علاوہ شائقین علوم اسلامی کا ہجوم تھا۔ سندھ نے درس وتدریس آراستہ تھیں، قرآن وحدیث کے بلند پایہ اساتذہ کے قال اللہ اور قال الرسول کے نغموں سے فضائیں گونج رہی تھیں، فقہ، علم الکلام اور منطق کے نکات بیان کئے جاتے تھے۔ شائقین علم کا ایک سیلاب تھا، جو سندھ کے بڑے بڑے شہروں کی طرف امڈا چلا آرہا تھا اور طالبان علوم اسلامی کی جماعتیں تھیں جو تعلیم وارشاد اور تبلیغ وتدریس کے لئے مختلف علاقوں اور شہروں کا رُخ کررہی تھیں، سندھ کے شہر بغداد اور قرطبہ کی مثل بنے ہوئے تھے اور سندھ کے اصحاب علم وحدیث، فقہائے کرام مفسرین قرآن حکیم کی علمی ترک تازیوں کی خبروں سے ساری دنیائے اسلام گونج رہی تھی۔

اگر اکابر فقہاء اور محدثین ہی کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو کر ہزاروں تک جا پہنچتی ہے۔ دیگر اہلِ علم، ادبا، شعراء، صوفیہ، مشائخ اور دیگر اصحاب فنون کی خدمات کا تعارف تو الگ رہا ان کے ناموں کا شمار بھی مشکل ہے۔

سندھی ثقافت کا دور ثانی

اسی دور میں سندھ کے مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کی بنیادیں استوار ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان پر عالی شان ایوان اور قصور تعمیر ہو گئے اور سندھ کی تہذیب وثقافت نے اپنا الگ اور منفرد رنگ اختیار کرلیا۔ اس نے برصغیر کی ثقافتوں میں امتیاز پیدا کرلیا۔ یہ دور وہ تھا جس میں سندھ میں ایک ثقافت پیدا ہوئی اور اپنے محاسن وخصائص سے سندھی ثقافت کہلانے لگی یہی دور تھا جب قدیم سندھ کی جگہ ایک نیا سندھ پیدا ہوا جس نے رہنے والے مسلمان ہی تھے اور مذہب واعتقاد کے ایک عالمگیر رشتے سے منسلک تھے۔ لیکن اپنی علمی تہذیبی، تعلیمی روایات

اور تاریخ میں اپنی پہچان الگ رکھتے تھے۔ اب ان پر اتنا دور گذر چکا تھا کہ ان کی تعلیم اور تہذیب وثقافت کی روایت نے ان کا ایک مزاج بھی پیدا کر دیا تھا۔ ان کے افکار و عزائم نے ایک خاص رنگ اختیار کر لیا تھا۔ ان کے مزاج و طبائع اور ان کی زندگی تہذیب و ثقافت کے نئے سانچوں میں ڈھل گئی تھی، اور معاشرتی اور سماجی رسوم و روایات نے ایک نئی شکل اختیار کر لی تھی اب ان کی زندگی ایک ایسی شکل اختیار کر چکی تھی، جس میں سندھ کے رسوم و رواج، زبان، ثقافت، تاریخ، اخلاق و تہذیب کے خصائص بھی شامل تھے، لیکن مقامیت اور اسلامیت کے یہ دونوں محاسن سندھ کے مسلمانوں میں اس طرح الگ الگ نہ تھے کہ ان کی نشاندہی کی جاسکتی بلکہ اہل سندھ کے ذہنی و فکری کمالات نے ان دونوں قسم کے محاسن کے خمیر سے ایک حسین فکری و عملی اور علمی و روحانی زندگی کی تخلیق کی تھی جسے سندھی ثقافت کا نام دیا گیا تھا اس دور کو ہم سندھی ثقافت کے قیام کا دور کہہ سکتے ہیں۔ یہ سندھی تہذیب و ثقافت کا دوسرا دور تھا جو اسلامی سندھ کے عہد عروج سے لے کر عہد زوال تک باقی رہا، اس میں علوم و فنون کی ترقی ہوئی، تصنیف و تالیف کی تحریک پیدا ہوئی، نئے تعلیمی ادارے قائم ہوئے اور زندگی کے ذہنی و فکری، عملی و علمی گوشوں میں ہم آہنگی پیدا ہوئی، سندھی ثقافت میں نکھار پیدا ہوا، اور ثقافت کا "شجرہ طیبہ" جو اس سرزمین پر لگایا گیا تھا وہ پروان چڑھا، سرسبز و شاداب ہوا، برگ و بار لیا۔ حتیٰ کہ سندھی ثقافت کی حسن خیزیوں سے ایک عالم کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی اور اس کی کرشمہ سازیوں نے اصحاب علم و ذوق کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اس دور میں اکابر سندھ علوم و فنون کے مختلف میدانوں مثلاً فن حدیث، فن تفسیر، فقہ، شعر و ادب، تاریخ میں نہایت بلند، سربرآوردہ اور مرجع خلائق نظر آتے ہیں۔

غرضیکہ تاریخ اسلام کی کوئی صدی ایسی نہیں، جس میں سندھ کے درجنوں، علماء، فقہاء، محدثین، مفسرین، ادبا و شعراء اور ماہرین فنون نے تاریخ ثقافت اسلامیہ میں اپنے انمٹ نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ اسی طرح سندھ میں علمی و ثقافتی روایت کو اس کے اکابر اہل علم اور فرزندوں نے چودھویں صدی ہجری کے اختتام تک پہنچا دیا۔

اگرچہ سندھ کی ثقافتی تحریک مختلف نشیب و فراز سے گزری لیکن اہل سندھ نے علمی

و ثقافتی علم کو کبھی سرنگوں نہیں ہونے دیا - یہ سنہری زنجیر تھی اور علم و فن شعر و ادب، تمدن، و معاشرت، رسم و رواج وغیرہ اس زنجیر کی مختلف کڑیاں تھیں اور ہر کڑی دوسری سے رنگین اور دلکش تھی، یہاں تک کہ جب تیرھویں صدی کا سورج سندھ کے ثقافتی مطلع پر نمودار ہوتا ہے تو اس کے علوم و ثقافت کے ذروں کی تابانی سے دنیا کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی حیدرآباد (سندھ) کے علمی مجلہ ماہنامہ "الرحیم" (سندھی) کا جو خصوصی نمبر تیرھویں صدی ہجری کے مشاہیر سندھ کے نام سے نکلا ہے اور سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد (سندھ) کے علمی سہ ماہی مہران کا سندھ کے مشاہیر پر جو جامع نمبر شائع ہوا ہے اس کے مطالعے ہی سے سندھ کے ثقافتی عظمت کا نقش جمیل دل پر ثبت ہو جاتا ہے۔ صوفیہ، مشائخ، شعراء وغیرہ کے بے شمار تذکرے ان کے علاوہ ہیں۔ جن سے سندھ کی ثقافت اور اس کے خصائص و محاسن اور امتیازات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

سندھی ثقافت کا دور ثالث

سندھی ثقافت کا تیسرا دور سندھ میں مسلمانوں کے سیاسی زوال سے شروع ہوتا ہے، سیاسی زوال کا اثر چونکہ انسان کے افکار و طبائع پر پڑتا ہے۔ اس کی بلند پروازی کے لئے فضا محدود ہو جاتی ہے، زندگی سکڑ جاتی ہے، عزائم پست ہو جاتے ہیں، علوم و فنون کی ترقی رک جاتی ہے، تہذیب و ثقافت کا رنگ و نکھار کم ہو جاتا ہے، یہ دور قوم کے لئے بڑی آزمائش کا ہوتا ہے۔ ابتلاء و آزمائش کے ایسے دور میں کمزور تہذیبیں اور معمولی ثقافتیں رفتہ رفتہ مٹ جاتی ہیں۔ سندھی ثقافت کا یہ دور سندھ میں انگریزوں کے رسوخ ہی سے شروع ہو گیا تھا، سقوط سندھ نے اس عمل کو تیز کر دیا اور سندھ کی بمبئی پریسیڈنسی میں شمولیت نے سندھی ثقافت کے "شجرہ طیبہ" کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ سندھی ثقافت کی آزمائش کا یہ دور قیام پاکستان تک باقی رہتا ہے البتہ اس میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ سندھ کی بمبئی پریسیڈنسی میں شمولیت سے سندھی ثقافت کے زوال کی رفتار میں جو تیزی پیدا ہوئی تھی، جنگ آزادی کے دوران میں جب سندھ کی مستقل صوبائی حیثیت دوبارہ بحال کی گئی تو وہ رک گئی تھی، اور مسلمانان سندھ نے اپنی تعلیم

تہذیب اور ثقافت کے مٹے ہوئے نقوش کو ڈھونڈ ڈھونڈ کے انہیں اجاگر کرنا شروع کر دیا تھا اور سندھ کے بلند ہمت اور صاحب فکر مسلمانوں نے اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی تحریک شروع کر دی تھی لیکن ادوار کی تاریخی تقسیم کے لحاظ سے سندھ کی بمبئی سے علیحدگی کے بعد سے سندھ کی آزادی یا قیام پاکستان تک کا دور اسی تیسرے دور سے تعلق رکھتا ہے۔

سندھی ثقافت کا دور جدید

قیام پاکستان کے بعد کا دور سندھی کی تہذیب و ثقافت کا دور جدید ہے لیکن اگر ہم ذرا گہری نظر سے دیکھیں اور تامل سے کام لیں تو اس دور میں بھی - ۱۹۴۷ء سے شروع ہوتا ہے ہمیں دو مرحلے صاف نظر آتے ہیں -

پہلا مرحلہ

پاکستان چونکہ مسلم قومیت کی نظریئے پر وجود میں آیا تھا، اور اس میں اردو زبان نے زبردست حصہ لیا تھا۔ اس لئے مسلم قومیت کے جوش و جذبات، قومی زبان کے رواج و نفاذ کے شوق اور ایک پاکستانی ثقافت کے فروغ کے جذبات صادقہ میں دیگر علاقائی زبانوں کے ساتھ سندھی زبان اور ثقافت کے فروغ اور ارتقاء اور اس کی ضرورتوں کو بھی کسی حد تک نظر انداز کیا گیا - یہ اس دور کا پہلا مرحلہ تھا۔

دوسرا مرحلہ

لیکن اہل علم اور اصحاب فکر و نظر کو جلد ہی اس بات کا احساس ہوگیا اور انہوں نے اپنے انداز فکر میں تبدیلی پیدا کر کے عمل و رویہ بھی بدل دیا اور پاکستان کی علاقائی اور صوبائی ثقافت زبان، ادب، فنون لطیفہ کے تحفظ و فروغ کی تحریک شروع ہوگئی۔ اس وقت ہم قیام پاکستان کے بعد شروع ہونے والے دور کے دوسرے مرحلے سے گذر رہے ہیں۔